نمبر ۲ ماہ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۵۸ء جلد ۸۲

مضامین

شذرات	شاہ معین الدین احمد ندوی	۸۲ - ۸۴/۲

مقالات

مدارج سلوک	جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب، صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ	۸۵ - ۱۰۱
ملکۂ نورجہاں کے سلسلۂ مادری و پدری کے اہم افراد	جناب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ	۱۰۲ - ۱۱۶
اسلامی فلسفہ اور دینیات کا اثر یورپی فلسفہ اور دینیات پر	جناب سید مبارز الدین صاحب رفعت لکچرار گورنمنٹ کالج آف آرٹس اینڈ سائنس گلبرگہ	۱۱۷ - ۱۲۸
مکتوبات شیخ الاسلام مولانا مظفر شمس بلخی اور سلطان غیاث الدین بنگالہ	جناب مولانا عبد الرؤف صاحب اورنگ آبادی	۱۲۹ - ۱۴۲
قاسم کاہی کا وطن	جناب حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ایم اے لکچرار عربی الٰہ آباد یونیورسٹی	۱۴۳ - ۱۵۴

ادبیات

غزل	جناب انور موہانی وارثی	۱۵۵
غزل	جناب صدیق حسن صاحب ممبر بورڈ آف ریونیو یوپی گورنمنٹ	۱۵۶
غزل	جناب چندر پرکاش جوہر بجنوری	۱۵۶
مطبوعات جدیدہ	م ،	۱۵۷ - ۱۶۰

مکتوبات شیخ الاسلام مولانا مظفر شمس بلخی

اور

سُلطان غیاث الدین بنگالہ

از مولانا سید عبدالرؤف صاحب اورنگ آبادی

مکتوبات کی افادیت اور مولانا کے مکتوبات

مکتوبات کی اہمیت و افادیت طالبان حق مسترشدین اور مؤرخین و محققین کی نظروں میں جیسی کچھ ہے ظاہر ہے، اگر ایک طرف اس سے مسترشدین استفادہ کرتے ہیں تو دوسری طرف مؤرخین ان کے ذریعہ داد تحقیق دیتے ہیں، نیز ان مکاتیب سے صاحب مکاتیب کے دور کے علماء و فضلاء، عرفاء و صوفیا، امراء و سلاطین کے حالات اور کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس زمانہ کی ثقافت و سیاست کی جھلک بھی نظر آجاتی ہے، حضرت مولانا بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سلوک و معرفت کا گنجینہ، علم و ادب کا خزینہ اور اس زمانہ کی ثقافت کا ایک نادر مرقع ہیں، یہ ایک سو اکاسی مکتوبات کا مجموعہ ہے۔

مولانا کے مکتوبات کا دوسرا مجموعہ

مولانا[1] کے مکتوبات کا ایک اور مجموعہ بھی تھا، چنانچہ مکتوب صد و شصت و سوم در جواب عریضہ سلطان غیاث الدین میں ارقام فرماتے ہیں کہ

مکتوبات من نیز قریب مجلدے خواہد بود در ہند وہ و معظم آباد یاد نمی آید بر کیا نشت دستور حاصل توانند کرد اگر حاصل شود مطالعہ کنند۔"

مولانا کی زندگی سراپا قلندرانہ و درویشانہ تھی کسی شاہ و گدا اور امیر و وزیر سے نیاز مندانہ[2]

---

[1] مولانا ممدوح پر راقم ہیچمدان کے قلم سے ایک مضمون معارف بابت ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔
[2] مکتوبات صد و چہار و نہم و صد و پانزدہم۔

ربط نہیں رکھا، چنانچہ مکتوب بنام مولانا کریم الدین میں رقم کرتے ہیں: "امراء، وزراء، ملوک و سلاطین کے درمیان روشناس ہونا اور ان کی بارگاہ عالی میں اعتبار و وقار حاصل کرنا اب ہے اور نہ پہلے تھا، اس لیے ان سے مکاتبت میں میں پرہیز کرتا ہوں۔ اور یہ خواہش ہے کہ وہ میرے دل سے اور میں ان کے دل سے فراموش ہو جاؤں، میں ایک بے سر و پا، بے خانماں، دنیا سے کنارہ کش کنج نشین ہوں، اولاً میرے دامن سے کوئی ایسا شخص وابستہ نہیں جس کا نفقہ شرعی حیثیت سے فقیر پر واجب ہو، اور جو وابستہ ہیں وہ میری بے نوائی میں شریک ہیں، یہ بے تعلقی حضرت شیخ کا صدقہ ہے"[1] اور جن سے خط و کتابت کرتے تھے، اس سے مقصود اصلاح و تربیت ہوتی تھی، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"مقصود آنکہ دوم آں فرزند است کہ باطن بروی کشاید تا ایں ہمہ اسرار بروی ریزم"

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

"عزیزے و دوستے چوں آنجانب میرود بالتماس او نوشتہ می آید"[2]

ان ہی وجوہ کی بنا پر آپ نے سلطان غیاث الدین بنگالہ سے مکاتبت فرمائی ہے، مولانا اور سلطان کے درمیان دنیاوی رشتہ سے زیادہ استوار ایک روحانی رشتہ تھا، سلطان ممدوح کے نام مولانا کے مطول و مختصر گیارہ مکتوبات مجموعہ میں پائے جاتے ہیں، اسی روحانی رشتہ کی بنا پر مولانا سلطان کو فرزند اور فرزند برخوردار، برادر عزیز اور دوست عزیز کے مخلصانہ الفاظ سے خطاب کرتے ہیں،

مکتوبات کے جامع و مرتب اور وجہ جمع و ترتیب

مکتوبات کے جامع و مرتب حضرت شیخ الاسلام مولانا حسن صغیر المجی المعروف[3] نوشتہ توحید ہیں، جن کے مولانا سے چند در چند تعلقات تھے یعنی برادر زادگی

[1] مکتوب صد و شصت و سوم [2] مکتوب صد و یازدہم [3] حضرت نوشتہ توحید پر بندہ ہیچمدان کے قلم سے مضامین معارف بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۵۶ء شائع ہو چکے ہیں،

تبنی، تلمذ، ارادت و خلافت،

مکتوبات کے دیباچہ میں حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ

می گوید بندۂ درویشاں و فدائے بندگان ایشان حسن صغیر غفر اللہ لہ و لوالدیہ چوں جماعتے از طالبان جمال ذو الجلال را باعث شوق و جاذبۂ ذوق در اہتزاز آورد خواستند کہ اسرار معرفت محبوب بر ایشان کشف شود و باخلاص در کار آیند و بجان طالب اسرار شوند و دل از ما سوا اللہ خالی کنند، التماس کردند کہ اسرار کلمات را بواسطہ وصول مکاتبات ادراک کردند، بندۂ درویشاں آں مکتوبات متفرقہ را در مجلدے جمع کرد تا مطالعہ ایں مجموعہ بر معتقدان و طالبان را موجب ترقی درجات باشد و مؤلف بیچارہ را سبب نجات گردد و الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ اجمعین"۔

اس مخطوطہ مکتوبات کے شروع اور آخر میں چند مہریں ثبت ہیں اور کچھ عبارتیں بھی مرقوم ہیں، اختتام تحریر "تم مطابق باصلہ ۱۱۰۰ھ بید الفقیر غلام یحییٰ[1] اللہم یسر لی خطأ او فرمما فیہ بفضلک و فضنلک" مہروں کے حلقہ میں غلام یحییٰ منقوش ہے، آغاز صفحہ اول پر مہر کے ذیل میں

[1] مولانا قاضی غلام یحییٰ بہاری المتوفی ۱۱۸۶ھ، مختلف مقامات میں عہدۂ قضا پر مامور رہے، چنانچہ جامع مکتوبات سے آپ کے نسبی تعلقات بھی ہیں، آپ کے اسلاف و اخلاف سبھی اپنے دور کے مشاہیر علماء و فضلا میں سے تھے، اور عہدۂ قضا پر مامور تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے: غلام یحییٰ ابن غلام شرف الدین المتوفی ۱۱۴۸ھ ابن ملا محمد رقیب ابن ملا عبد العلیم یا عبد الحلیم المتوفی ۱۰۹۰ھ ابن ملا عبد الشکور المتوفی ۱۰۳۲ھ مزار منیر شریف میں ہے، سلسلۂ اخلاف: مولانا قاضی کمال الحق المتوفی ۱۲۲۵ھ قاضی اورنگ آباد وغیرہ و مولانا قاضی امین الحق المتوفی ۱۲۳۷ھ و مولانا قاضی محمد اسمٰعیل المتوفی ۱۲۹۱ھ قاضی اورنگ آباد آپ کے قلم سے کتاب کحل العینین فی مناقب عترت الثقلین اور گلشن قدسی تین جلدوں میں ہے، راقم کے کتاب خانہ میں موجود ہے، آپ کے اخلاف میں قاضی عبد الودود پٹنہ اور قاضی محمد سعید و قاضی فرید موجود ہیں، اور ملا غلام یحییٰ بہاری کے اخلاف میں قاضی واعظ الحق المتوفی بمکہ ۱۲۹۷ھ ابن امین الحق کی اولاد و احفاد میں مولوی فصیح الدین بلخی مصنف تاریخ مگدھ و بہار و تذکرۂ نسواں وغیرہ بقید حیات ہیں،

ایک مقام پر "للفقیر غلام یحییٰ ابن شرف الدین احمد بہاری"، اور دوسری جگہ رقم ہے "این نسخہ مکتوبات شریفہ مدتے در تصحیح و مطالعہ احقر انام عاصی عظیم المعاصی غلام یحییٰ بہاری بود بولد اعز کمال الحق عظمہ اللہ تعالیٰ وسلمہ فی مرضیاتہ بخشیدہ شد حق تعالیٰ بطفیل پیران فردوسیہ اور اہبرہ مند ساز دبمنہ وکرمہ"،

مولانا کا طرز مکاتبت | مولانا کے مکاتبت و مخاطبت کا طرز عالمانہ و صوفیانہ ہے، آیات، احادیث، ابیات و کلمات عارفانہ، شریعت و طریقت کے بصائر و حکم کا بیان ہے، اور ان میں انشاپردازی کے محاسن پوری طرح نمایاں ہیں،

مکتوب صد و شصت و سوم در جواب عریضہ سلطان غیاث الدین کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اے دوست تحقیق بداں کہ بفضل اللہ کلمات من مستنبط از کتاب و سنت و مبنی بر کتاب و سنت است الا آنکہ اثر در ہر کلمہ آیتے و حدیثے آرم وقت ضیق است فرصت وفانہ کند،

مضامین مکتوبات | مکتوبات کے مضامین ظاہر و باطن، قلب و قالب شریعت و طریقت، سیاسیات شرعیہ اور ثقافت ملکیہ و قومیہ پر مشتمل ہیں، ایک جگہ بعنوان حدیث رقم فرماتے ہیں،

جس طرح پدر شفیق کی پدرانہ شفقت فرزند عزیز کو امور دینی و دنیوی سے آگاہ کرانے کی خواہشمند ہوتی اسی طرح یہ روحانی باپ اپنے فرزند روحانی کے مکاتبت و مخاطبت میں ظاہر و باطن، دین و دنیا کے ایمان افروز اور حکمت آفریں امور سے آگاہ کرتا جاتا ہے، کہیں کہیں کتاب و سنت کی روشنی میں تبلیغ و جہاد کی بھی ترغیب اور ہدایت ہے کہ ممالک[1] اسلامیہ میں کافروں کا تسلط و غلبہ اور ان کو مسلمانوں پر آمر و حاکم اور ان کا والی و متولی بنا دینا اور رموز سلطنت سے آشنا کرنا اور اپنا محرم راز بنانا شرعاً ممنوع ہے،

سلطان کے اجداد | سلطان ممدوح حاجی الیاس[2] الملقب سلطان شمس الدین بھنگرہ کا نبیرہ اور

[1] مکتوب صد و شصت و سوم [2] بنگال و بہار سلطان قطب الدین ایبک کے عہد ہمایوں میں اختیار الدین محمد (باقی حاشیہ ص ۱۳۳ پر)

اور سکندر شاہ کا فرزند ارجمند ہے، سلاطین بنگالہ میں سلطان شمس الدین بھنگرہ ایک اولوالعزم اور مدبر بادشاہ گذرا ہے، اپنے تدبر و اولوالعزمی سے اس نے سلطنت بنگالہ کو اس قدر وسعت دی کہ اڑیسہ اور شمالی بہار سے حدود بنارس تک[1] اپنی مملکت میں شامل کرلیا، شمالی بہار میں حاجی پور[2] شہر اس کے آثار باقیہ کا قصیدہ خواں ہے،

سلطان[3] فیروز شاہ بہار و بنگالہ کو چھیننے کے خیال سے بنگالہ روانہ ہوا اور پنڈوہ شہر کے متصل فیروز آباد میں خیمہ زن ہوا، اور جنگ آزمائی کے بعد دونوں میں صلح ہوگئی اور سلطنت دہلی اور حکومت بنگالہ کے حدود مقرر ہوگئے، سولہ سترہ سال حکومت کرنے کے بعد سلطان شمس الدین دنیا سے رخصت ہوگیا،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۲) ابن بختیار خلجی کے ہاتھوں چھٹی صدی ہجری کے وسط یا آخر میں فتح ہوا، اور وہ اسی زمانے سے تخت دہلی کے زیر حکومت رہا، فرمانروایان بنگالہ شاہان دہلی کی نیابت میں فرمانروائی کرتے تھے، ملک بیدار خلجی المخاطب بہ قدر خاں حاکم بنگالہ کے سلاحدار ملک فخر الدین حاکم بنگالہ کو قتل اور بنگالہ پر قبضہ کر کے خودمختار بن بیٹھا، ملک علی مبارک المخاطب سلطان علاء الدین فیروز شاہ کے معتمد ملازموں سے تھا، اور حاجی الیاس مذکور جو ملک علی مبارک کا کوکا اور رضاعی رشتہ دار تھا، فیروز شاہ کا بڑا مقرب تھا، دہلی سے فرار ہوگیا، اسکے فرار ہونے کی پاداش میں ملک علی مبارک عہدہ سے برطرف کر دیا گیا، برطرفی کے بعد وہ بنگالہ پہنچا اور شاہ بنگالہ کے دربار میں رسوخ پیدا کر کے تخت بنگالہ پر قابض ہوگیا، اسی کے دور حکومت میں حاجی الیاس موصوف پنڈوہ شریف پہنچا ہو، ملک علی مبارک المخاطب بہ سلطان علاء الدین نے اسکو قید کر دیا، پھر اپنی ماں کی سفارش سے رہا کر کے کوئی عہدہ بھی عطا کیا، حاجی الیاس نے پھر چند دنوں میں اثر پیدا کر لیا اور فوج کو ہمنوا بنا کر سلطان علاء الدین کا کام تمام کرا دیا اور خود تخت بنگالہ پر قبضہ کر کے سلطان شمس الدین بھنگرہ لقب اختیار کیا وجہ لقب بھنگ نوشی ہی (ماخوذ از ریاض السلاطین و فرشتہ و فیروز شاہی وغیرہ)

[1] تاریخ فرشتہ [2] تاریخ فرشتہ "حاجی پور از آثار حاجی الیاس است" [3] ریاض السلاطین و تاریخ فرشتہ۔

اس کے بعد اس کا فرزند عزیز سکندر شاہ[1] وارث تاج وتخت ہوا، اس کے دور حکومت میں بھی فیروز شاہ نے دوبارہ فوج کشی کی، دونوں میں مقابلہ ہوا، اور جنگ آزمائی کے بعد سکندر شاہ فیروز شاہ کے حضور میں گرانقدر تحفے پیش کرکے صلح کا خواستگار ہوا، اور نقد وجنس کی سالانہ ادائیگی کی شرط پر صلح ہوگئی، سکندر شاہ نو سال چند ماہ حکومت کرکے راہی ملک بقا ہوا، اس کی رحلت کے بعد اس کا لڑکا سلطان غیاث الدین ۷۶۶ھ میں سریر آرائے حکومت ہوا، اور باختلاف روایت آٹھ یا سولہ سال شرعی آئین و دستور کے ماتحت عادلانہ حکومت کی، بالآخر ایک بداندیش مسلم کش راجہ کانس (گنیش) زمیندار بھتوریہ کے ہاتھوں جام شہادت پی کر حیات جاودانی حاصل کی،

سلطان کی تعلیم وتربیت

سکندر شاہ خود ذی علم اور دیندار تھا، اور علماء وفضلاء عرفاء وفقراء کا بھی قدردان تھا، اس لیے اس نے سعادتمند فرزند کی تعلیم وتربیت کے لیے مشہور ومقدس صوفی عالم حضرت شیخ حمید الدین ناگوری[2] کو متعین کیا، چنانچہ سلطان کی تعلیم وتربیت شیخ موصوف کی نگرانی اور پنڈوہ شریف کے مقدس بزرگ حضرت نور قطب عالم فرزند حضرت مخدوم علاء الحق کی رفاقت میں ہوئی، شیخ کی تعلیم وتربیت کی برکت سے دونوں تلامذہ میں علم ظاہر کے ساتھ علم باطن احسان وعرفان کا بھی ذوق پیدا ہوا، اور دونوں اپنے اپنے رنگ میں یگانۂ روزگار ہوئے،

سلطان کی استعداد وصلاحیت

سکندر شاہ کی دو بیویاں تھیں، ایک سے سترہ اولادیں دوسرے سے صرف سلطان ممدوح تھا سلطان کی صلاحیت کی شہادت مورخ غلام حسین سلیم

---

[1] سکندر شاہ بڑا دیندار تھا، پنڈوہ کے جنگلوں میں آبادی سے دور ایک مسجد، مسجد آدینہ نام کی ۷۶۵ھ و ۷۶۶ھ میں تعمیر کی تھی، صاحب ریاض السلاطین تحریر کرتے ہیں کہ فقیر آں را ملاحظہ کردہ الحق خوب مسجدے ساختہ ومبلغ خطیر در تعمیر آن صرف شدہ باشد سعی او مشکور بود[3] حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری کے خلفاء میں دو بزرگ شیخ حمید الدین ناگوری نام سے مشہور ہیں، ایک شیخ حمید دہلی، دوسرے شیخ حمید الدین صوفی ناگوری، ممکن ہو کہ یہی دوسرے بزرگ ہوں، اگر ایسا ہے تو شخصیت معلوم ہے،

صاحب ریاض السلاطین ان لفظوں میں دیتے ہیں کہ

از زن دیگر یک پسر مسمی بہ غیاث الدین کہ در حسن اخلاق وجمیع اوصاف برہمہ برادران فائق و در امور سلطنت وجہانداری انسب ولائق بود"۔

ان اوصاف کی بنا پر سلطان کی زوجۂ اولیٰ غیاث الدین سے حسد کرتی اور اس کے درپے آزار رہا کرتی تھی، ایک دن اس نے سکندر شاہ سے سلطان کی شکایت کرکے مشورہ دیا کہ اس کو قید یا اس کی آنکھیں نکلوا کر اندھا کر دیا جائے، سلطان نے جواب دیا:

چوں غیاث الدین پسر خلف است ولیاقت سلطنت دارد گو قاصد جان من است باش باش

سلطان کی علمی وباطنی صلاحیتیں

مولانا موصوف نے بھی اکثر وبیشتر مکتوبات میں سلطان کی علمی وباطنی صلاحیتوں کی توصیف کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"در فرمان شاہ کہ مشحون وملو بانواع دُرر وجواہر معانی بود ایں رباعی بود

اے مست شراب ذوق باطن	سرخوش بمدام شوق باطن
یکجرعہ بکام ایں گدا ریز	اے خسرو جوق جوق باطن

اگرچہ ہشیار بودم مرا زیں رباعی مست کرد"۔[1]

اسی مکتوب میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

گواہی می دہم کہ حق سبحانہ وتعالیٰ شاہ را از معانی خطے وافر عطا کردہ است و در فہم کلمات درویشاں و وقوف بمعانی ورموز آں نصیبۂ عظیم کرامت کردہ او صو دکمہ فاحسن صورکم "وآتیکم الملک" اگر یوسف وار شاکر اُشاد گوید، رب قد آتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث شاہ را مسلم بود"

---

[1] مکتوب صد وپنجاہ ودوم

ایک دوسرے مکتوب میں رقم طراز ہیں[1]:

بر روے زمیں بظن من از سلاطین روے زمین حق تعالی این ہمہ نعمتہا آں فرزند را داوہ است کہ نیک قبول افتادہ است دیگر بیچارگاں بداں مملکت ظاہر کہ کافراں را ہم خداے تعالی داوہ است معزور ماندہ اند۔ ازیں ہمہ معانی نیک بے بہرہ اند ایں علم وجود وسخا ودل شیر وشجاعت عطاے رب العلمین بر تو شریف است اعلموا آل داؤد شکورا ایں را فراموش مکن

اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں کہ

ترا بظن من باطن پاک وفہم معانی بسیار بعطاے رب العلمین افتادہ است وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ایک دوسرے مکتوب میں رقم کرتے ہیں کہ[2]

"بحمد اللہ ایں رکن زمین بادشاہ برخوردار ما را باد وایں مملکت ظاہر است واز ملک باطن اخلاق حمیدہ محبت مشائخ وعلما بالغًا ابلغ وجود وسخا وشجاعت وہم عالیہ کہ "ان یحب معالی الامور ویکرہ سفافہا" ذات مبارک را مجموعہ صفات سینہ گردانید اشکروا نعمۃ اللہ

پھر تحریر فرماتے ہیں[3]:

قدم روندگان راہ خداے چوں درویش دید حکم ہماے آسمان طایر بیطیر بجناحیہ گیرد وسایۂ دولت بر تاج وافسر سلاطین اندازد۔

مولانا کی شفقت اور خیر خواہی

سلطان ممدوح کی باطنی صلاحیت اور قلبی سلامت کی بنا پر مولانا سلطان کے ساتھ اظہار شفقت اور دنیوی و دنیاوی ہر مہم میں خیر خواہی فرمایا کرتے تھے، ایک

---

[1] مکتوب صد وسی و دوم [2] مکتوب صد و ہفتاد و ہفتم [3] مکتوب صد و شصت و سوم

مکتوب میں محبت وشفقت کا اظہار اس بیت سے کرتے ہیں[1]:

چنانی در دلم حاضر کہ جاں در جسم وخوں در رگ
فراموشم نہ وقتے کہ دیگر وقت یاد آئی

سلطان کی خیر اہی و دعا گوئی کا جذبہ اس قدر تھا کہ مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں سلطان کو تحریر کرتے ہیں کہ[2]

ایں بیچارہ نذر کردہ کہ در مقامات متبرکہ ہر کجا کہ برسد بادشاہ را دعاے فرید وکشاد کار بکند انشاء اللہ تعالی

ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے[3] کہ کسی موقع پر سلطان کو دشمنان اسلام سے محاربہ درپیش ہے اور سلطان ایک عریضہ ہمراہ خلعت روانہ کرتا ہے، اور دعا کا طالب ہوتا ہے، مولانا جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ" فرمان حضرت اعلی لازال عالیا صادر ہو کر مطالعہ میں آیا، خلعت بھی وصول ہوا، میں نے اس کو زیب تن کرکے دوگانہ ادا کیا، اور شاہ برخوردار کے لیے عمر وسعادت مزید کی بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور فقراء کی دعا حسب ارشاد باری تعالیٰ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الخ محل اجابت میں پہنچ کر دشمنانِ دین وایمان کو مقہور ومخذول اور پراگندہ کرکے رہے گی اور جس طرح آیۂ کریمہ وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ میں یہود بنو نضیر کے لیے وعید ہے، جنھوں نے مصطفیٰ علیہ السلام کو آزار پہنچایا تھا، اور وہ بفضل خدا محصور ومقہور اور مفتوح ہوئے، اسی طرح محاربین محصور، مقہور، اور مفتوح ہو کر رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ بندہ درویشوں کی جماعت کے ہمراہ شب وروز دعا خوانی میں مشغول ہے، الامور مرہون بالمواقیت، پس حق تعالیٰ ہی فتاح ہے، اور مفاتیح غیب سے کشادہ کار فرمائیں گے۔

---

[1] مکتوب صد و شصت و سوم [2] مکتوب صد و شصت و پنجم [3] مکتوب صد و پنجاہ و چہارم

انشاء اللہ تعالیٰ،

ایک دوسرے مکتوب میں، قم طراز ہیں[1]:

"وللدعوات تاثیر بلیغ" ایں فقیر با جماعتے از درویشاں در دعاے شاہ است بحق

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الخ حاجات ومہمات برآوردہ باد آمین بجمدہ تعالیٰ۔

ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں کہ[2]

بخدمت نیکو محقق است کہ ایں فقیر بچہ عدد بجہ غایت محب آں فرزند و نیکو خواہ است

وحق محبت و نیکو خواہی حق گفتن و مصلحت باز نمودن والاخیانت است در حقوق محبت"

سلطان کا ذوق ادب سلطان علم و ادب کا ذوق سلیم رکھتا تھا اور نظم ونثر دونوں میں اسکو دستگاہ حاصل تھی، خود شاعر اور شعراء کا قدرداں تھا، اس کے دامن دولت سے ادبا، و شعرا بھی وابستہ تھے، ایک بار سلطان، بنگالہ کے مشرقی حصہ کی سیر و سیاحت میں مصروف تھا کہ کسی سخت مرض میں مبتلا ہو گیا، امید زیست باقی نہ رہی، اس کی تین بیویاں بھی ہمراہ تھیں، جن کے وصفی نام سرو، گل، لالہ تھے، اس نے ان کو وصیت کی کہ اس کی وفات کے بعد وہی تینوں غسل دیں گی، مگر اتفاق سے سلطان کو شفا ہو گئی، اور وہ اس نامزدگی کو فال نیک تصور کر کے ان کی طرف بیش از بیش التفات کرنے لگا، دوسری بیویوں نے ازراہ حسد انھیں غسالہ کہنا شروع کیا، ایک روز ان تینوں نے سلطان سے اس کی شکایت کی، شاہ کی زبان سے برجستہ یہ مصرع نکل گیا،

ع ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود

مگر اس کا دوسرا مصرع ذہن میں نہ آیا تو دربار کے شعرا کو طلب کر کے مصرع طرح پیش کیا، مگر کوئی دوسرا دل پسند مصرع نہ کہہ سکا، اس وقت اس مصرع کو اس دور کے شاعر بے بدل

---

[1] مکتوب صد و چہل و نہم [2] مکتوب صد و شصت و سوم

لسان الغیب حافظ شیرازی کے پاس قاصد کے ذریعہ تحفہ تحائف بھیجا، اور حافظ کو بنگالہ آنے کی دعوت دی، لسان الغیب نے برجستہ دوسرا دلچسپ مصرع کہدیا

ایں بحث با ثلاثہ غسالہ می رود

اور پوری غزل کہہ کر قاصد کی معرفت روانہ کر دی، اور صعوبت سفر اور کبرسنی کے باعث خود حاضری سے معذوری ظاہر کی، صاحب ریاض السلاطین رقم طراز ہیں:

سلطان را ایں مصرع بہ خاطر گذشت "ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود" مصرع دیگر نہ توانست بہم رسانید و از شعراے پایۂ تخت ہم کسے از عہدۂ مصرع دیگر نہ توانست برآمد، پس سلطان مصرع خود را نوشتہ، مصحوب رسول بخدمت خواجہ شمس الدین حافظ بہ شیراز فرستاد و خواجہ حافظ فی البدیہہ مصرع دیگر فرمود "ایں بحث با ثلاثہ غسالہ می رود" و غزلے تمام بنام او گفتہ فرستاد"

علامہ شبلی نعمانی نے شعر العجم میں حافظ شیرازی کے تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے[1] کہ سلطان غیاث الدین ابن سکندر شاہ فرمانرواے بنگالہ نے بھی جو ۷۶۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا، خواجہ کے کلام سے مستفید ہونا چاہا، چنانچہ طرح کا یہ مصرع بھیجا اور خواجہ نے یہ غزل لکھکر بھیجی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود[2] — ایں بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند — زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دیں — خامش مشو کہ کار تو از نالہ می رود

احترام شرع اور عدل گستری صاحب ریاض السلاطین رقم طراز ہیں کہ

الحق سلطان غیاث الدین بادشاہ خوب بود و در متابعت شرع شریف سرمو قاصر نشد"

---

[1] شعر العجم جلد دوم ص ۲۲۴ [2] پوری غزل دیوان حافظ میں ردیف دال موجود ہے،

اس کی تائید میں یہ سبق آموز واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک موقعہ پر اتفاقاً سلطان کا تیر بہک کر ایک بیوہ خاتون کے فرزند عزیز کو لگ گیا، بیوہ نے قاضی وقت مولانا قاضی سراج الدین کی عدالت میں استغاثہ کر دیا، قاضی صاحب کو پریشانی ہوئی کہ اگر بادشاہ کی رعایت کرتا ہوں تو خدا کی عدالت میں ماخوذ ہوتا ہوں، اگر بادشاہ کو طلب کرتا ہوں تو اپنے لیے خطرات ہیں، مگر عدل و انصاف کے پیش نظر قاضی صاحب ایک پیادہ بادشاہ کی طلبی کے لیے روانہ کر دیا، اور خود درہ زیر مسند رکھ کر عدالت میں بیٹھا، عدالت کا پیادہ محل سلطانی کے قریب پہنچا تو حضورِ شاہ میں رسائی کی صورت نہ پاکر اذان دینا شروع کر دی، بادشاہ بے وقت اذان کی آواز سن کر موذن کو حاضر کرنے کا حکم دیا، حاجبوں نے لاکر حاضر کیا، بادشاہ نے اس سے اس بانگ بے ہنگام کا سبب دریافت کیا، اس نے بادشاہ کو محکمۂ قضا میں حاضر ہونے کا حکم سنایا، یہ سنکر سلطان فوراً اٹھا اور پیادہ کے ہمراہ عدالت میں حاضر ہو گیا، قاضی نے اس کے اعزاز و اکرام کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور حاکمانہ انداز میں کہا کہ یہ بیوہ مستغیث ہے، یا اس کو راضی کرکے استغاثہ اٹھوا دیجیے یا سزا کے لیے تیار رہیے، چنانچہ سلطان نے بہت کچھ نقد دیکر بیوہ کو راضی کرکے قاضی سے عرض کیا "ایہا القاضی اینک ضعیفہ راضی شد" قاضی نے ضعیفہ سے پوچھا، تیری دادرسی ہو گئی؟ اور تو راضی ہے؟ ضعیفہ نے جواب دیا، ہاں میں دعوی اٹھا لینے پر راضی ہوں، ضعیفہ کا جواب سننے کے بعد قاضی بادشاہ کی تعظیم کے لیے اٹھا اور مسند پر بٹھایا، اس وقت بادشاہ نے بغل سے شمشیر نکال کر قاضی سے کہا کہ میں حکم شرعی کی تعمیل کے لیے حاضر ہوا تھا، اس وقت اگر آپ میری رعایت کرکے سرمو بھی حکم شرع سے تجاوز کرتے تو اسی شمشیر سے گردن اڑا دیتا، قاضی نے بھی مسند کے نیچے سے درہ نکال کر دکھایا کہ میں بھی درہ لیکر بیٹھا تھا، اگر آپ سے حکم شرع کی تعمیل میں ذرا بھی تقصیر ہوتی تو بہ خدا اسی درہ سے پشت سرخ و سیاہ کر ڈالتا، رسید بود بلائے

ولے بخیر گذشت، بادشاہ نے خوش ہو کر قاضی صاحب کو انعام و اکرام سے نوازا،

دامن شرع سے تمسک اور حصن شرع میں پناہ جوئی کی تاکید کرتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ

ہر عیش کہ در پناہ مولیٰ راند ہنیاً "مریاً گوارا باد، قرعۂ فال آنفرزند مبارک و میمون باد بالنبی و آلہ الامجاد

سلطان کی عقیدت اور اظہار ارادت	پنڈوہ شریف کی روحانی فضا، باپ دادا کی سلامت قلبی، شیخ حمید الدین ناگوری کی فیض بخش تعلیم و تربیت، نور قطب عالم کی دلنواز رفاقت کا

اثر سلطان ممدوح کے قلب و قالب، ظاہر و باطن دونوں پر پڑا اور اس میں زہد و ورع اور فقرا و عرفا سے محبت اور اصلاح کا پورا ذوق پیدا ہو گیا،

پنڈوہ شریف میں مخدوم جلال الدین تبریزی کے قدوم میمنت لزوم، مخدوم راجا بیابانی، مخدوم علاء الحق اور مخدوم نور قطب کی سکونت سے روحانی فضا پیدا تھی، سلطان شمس الدین مخدوم راجا بیابانی سے ایسی والہانہ عقیدت رکھتا تھا کہ جب فیروز شاہ پورے لشکر کے ساتھ سلطان کا قلعہ میں محاصرہ کیے ہوئے تھا، اسی اثنا میں مخدوم شیخ راجا بیابانی کی وفات ہو گئی، سلطان یہ خبر سنکر فقیرانہ لباس میں قلعہ سے باہر نکلا اور نماز جنازہ میں شریک ہو کر پھر قلعہ میں لوٹ گیا، سکندر شاہ مخدوم علاء الحق سے عقیدت رکھتا تھا اور سلطان غیاث الدین ابتداً مخدوم نور قطب عالم سے عقیدت رکھتا تھا، صاحب ریاض السلاطین لکھتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین از ابتداے حال با حضرت نور قطب عالم قدس سرہ اعتقاد تمام داشت و مدت العمر در خدمت قطب عالم قاصر نہ شد۔

مولانا کے مکتوبات سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام قطب عالم مخدوم الملک اور خود مولانا مظفر شمس بلخی کے ارادتمندوں کی ایک جماعت چٹگانوں، معظم آباد، پنڈوہ شریف

اور بنگالہ کے دیگر حصص میں پھیلی ہوئی تھی، جس سے حضرت مخدوم الملک اور مولانا مکاتبت فرماتے اور ان کے اصرار پر گاہے گاہے بنگالہ کا سفر بھی کرتے تھے، ان وجوہ سے مولانا کے علم و تقدس کی شہرت بنگالہ میں بھی تھی، اور سلطان ممدوح آپ کے علم و تقدس سے بہت متاثر اور آپکا عقیدتمند تھا، چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر ظاہری و معنوی صحبت سے شرف یاب ہوا اور مکاتبات کے ذریعہ شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز حاصل کرکے دنیا و دین دونوں میں اعزاز و اکرام حاصل کیا،

مولانا کا سفر اور قیام بنگالہ سفر بنگالہ اور قیام بنگالہ کی بابت مولانا رقم طراز ہیں کہ

ایں فقیر در شہر معظم آباد بفضل اللہ العظیم رسید بیشتر زمام مرا بدست سابق قضا سابق است تا بفضل اللہ و کرم بکجا خواہد کشید"

سلطان کے اظہار ارادت کے بعد اس کی التماس و اصرار پر آپ نے بارہا پنڈوہ کا سفر کیا اور سلطان کے مہمان رہے، خود تحریر فرماتے ہیں

اے مہمان شما ست بکثرت مزاحمت تنگ نیایند

گر بخواہی کہ بجوئی دلم امروز بجوئے

ورنہ بسیار بجوئی کہ نیابی مارا

ایک دوسرے مکتوب میں ہے

از موسم جہاز چہار ماہ گذشتہ است ہشت ماہ ماندہ دریں مدت مہمان آستانہ ہمایوں اعلیٰ لازال عالیا سپرد کردہ بعد از چہار ماہ بجائے صحت یافتہ است"

(باقی)